امام دارالہجرت حضرت امام مالکؒ

(از مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب صدر مدرس تقویۃ الاسلام لاہور)

مالک[1] بن انس نام، ابوعبداللہ کنیت، امام دارالہجرت لقب، قول کے مطابق ربیع الاول ۹۳ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ اور بقول واقدی وغیرہ والدہ کے پیٹ میں تین سال رہے۔ سلسلہ نسب حمیر بن سبا کے ایک شخص ذو اصبح قحطانی سے جا ملتا ہے۔ جس کی وجہ سے اصبحیؒ کہلائے۔ بعض لوگوں نے ان کو مولی تیم بن مرہ کہا ہے۔ یعنی بنو تیم کے آزاد کردہ غلام۔ مگر یہ صحیح نہیں، چنانچہ امام صاحب کے عم محترم ابوسہیل کہتے ہیں۔

نحن قوم من ذی اصبح قدم جدنا المدینۃ فتزوج فی التیمیین فکان معھم ونسبنا الیھم

یعنی ہم ذو اصبح کی اولاد ہیں۔ ہمارے دادا نے مدینہ آکر خاندان بنو تیم میں شادی کر لی تھی۔ اور ان کے ساتھ ہی رہنا سہنا شروع کر دیا تھا اس لئے ہم ان کی طرف منسوب ہو گئے۔

(الدیباج المذہب فی اعیان علماء المذہب لابن فرحون ص۱۷)

اس قول سے معلوم ہوا کہ مولی بنو تیم سے مراد بنو تیم کے آزاد کردہ غلام نہیں بلکہ ان سے مراد ان کے حلیف اور معاون ہیں۔ مصعب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ امام صاحب کے جد امجد مالک بن ابی عامر حاکم یمن کے ظلم سے تنگ آکر مدینہ آ گئے تھے۔ اور بنو تیم کے کسی شخص کے ساتھ معاہدہ حلف کر لیا تھا اور اسکے پاس ہی ٹھہر گئے تھے۔ (الانتقاء لابن عبدالبر ص۱۲)

---

[1] اس مقالہ کے لئے زیادہ تر مندرجہ تحت کتابیں سامنے رہی ہیں۔

(۱) تقدمۃ المعرفۃ لکتاب الجرح والتعدیل للامام الحافظ عبدالرحمان بن ابی حاتم الرازی المتوفی ۳۲۷ھ مطبوعہ حیدرآباد دکن۔

(۲) الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء للامام الحافظ یوسف بن عبدالبر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ طبع مصر۔

(۳) الدیباج المذہب فی معرفۃ اعیان المذہب للعلامۃ ابراہیم بن علی ابن فرحون المدنی المالکی المتوفی ۷۹۹ھ

(۴) تہذیب الاسماء واللغات للامام النووی۔ (۵) حیات امام مالکؒ مصنفہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ

علم سے خاندانی تعلق | امام صاحب کے والد انس کے جد امجد ابو عامر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ اور بدر کے سوا تمام غزوات میں آپ کے ساتھ شریک رہے ہیں۔ امام صاحب کے دادا ان کا نام بھی مالک ہے، کبار تابعین میں سے ہیں، حضرت عمرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت حسان بن ثابت سے روایت کرتے ہیں؛ وران چار آدمیوں میں سے ایک ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰے عنہ کو تجہیز و تکفین کے بعد رات کے وقت قبر کی طرف اٹھا کر لے گئے تھے۔ اور باغیوں کے علی الرغم ان کے جسم کو سپرد خاک کیا تھا۔ حضرت عثمان نے جب اپنے عہد حکومت میں قرآن مجید کے متعدد نسخے نقل کرا کے مختلف ممالک میں بھیجے تھے تو یہ بھی ان کی طرف سے قرآن حکیم نقل کرنے کی خدمت پر مامور تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز امور سلطنت میں ان سے مشورہ طلب کیا کرتے تھے۔ امام صاحب کے والد اور ان کے چچا ابو سہیل نافع بڑے پایہ کے محدث تھے۔ امام صاحب مؤطا میں اپنے چچا ابو سہیل سے روایات بھی ذکر کرتے ہیں (الدیباج المذہب)

حلیہ | امام صاحب کا قد دراز اور جسم بھاری تھا، سر بڑا، آنکھیں موٹی موٹی، رنگ سفید سرخی مائل، ناک اونچی سر کے اگلے حصہ میں قدرتی طور پر بال نہیں تھے۔ داڑھی سفید اور اتنی بھاری تھی کہ پورے سینہ کو ڈھانپے ہوئے تھی۔ آپ بڑے خوبصورت اور قوی الجثہ تھے۔ مختلف اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی شاذ و نادر مہندی لگاتے تھے۔ اکثر داڑھی سفید ہی رہنے دیتے تھے۔

لباس | امام صاحب بڑے خوش پوش تھے۔ مدینہ کے علاوہ عدن، خراسان اور مصر کے قیمتی سفید اور باریک کپڑے پہنا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے طیلسان کی قیمت کا اندازہ پانچ سو درہم کیا گیا۔ بہترین اور عمدہ خوشبو بکثرت استعمال کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ تعالٰے اپنے بندے پر نعمت کرے تو اس کا اثر اس پر ہونا چاہیئے پگڑی باندھتے وقت اس کا ایک بل ٹھوڑی کے نیچے سے لاتے اور دونوں کنارے دونوں کندھوں کے درمیان ڈال دیتے تھے۔ چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے۔ اس کا نگینہ سیاہ پتھر کا تھا۔ جس میں حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیل کندہ تھا۔ ساری زندگی اپنا مکان نہیں بنایا کرایہ کے مکان ہی میں ساری عمر گذار دی۔ (الدیباج)

خوراک | ہر روز دو درہم کا گوشت خریدتے تھے۔ اپنے باورچی سلمہ کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ جمعہ کے دن ان کے اور ان کے اہل و عیال کے لئے بافراغت کھانا تیار کیا کرے۔ مطرف کہتے ہیں اگر کسی دن گوشت خریدنے کے لئے دو درہم پاس نہ ہوتے تو گھر کا کوئی سامان فروخت کر دیتے مگر گوشت ضرور منگاتے۔ ابن ابی حازم کہتے ہیں میں

نے امام صاحب سے پوچھا آپ مختلف موسموں میں کیا پیتے ہیں فرمانے لگے گرمیوں میں شکر اور سردیوں میں شہد استعمال کرتا ہوں۔ آپ کے صاحبزادے محمد کہتے ہیں میری پھوپھی والد صاحب کے پاس ہی رہتی تھی۔ وہی ان کا ناشتہ تیار کرتی تھیں۔ جو روٹی اور زیتون کے تیل پر مشتمل ہوتا تھا۔ ابتدا میں تنگ دست تھے چار سو دینار کے سرمایہ سے تجارت کرتے تھے جس سے قوت لایموت حاصل ہو جاتی تھی۔ بعد میں اللہ تعالےٰ نے تنگی دور کر دی اور خوشحالی کی زندگی بسر کرنے لگے۔

طلب علم جیسا کہ معمول ہے امام صاحب نے بچپن ہی میں علم حاصل کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ یزنی کہتے ہیں میں نے امام مالک کو ربیعہ کے حلقۂ درس میں دیکھا۔ جب کہ آپ ابھی بہت چھوٹے تھے۔ خود امام صاحب کا بیان ہے کہ میں نے والدہ سے کہا امی جان! میں آج پڑھنے جاؤں گا کہنے لگیں ذرا ٹھیرو، پہلے شانِ علم کے مطابق کپڑے پہن لو پھر انہوں نے مجھے صاف ستھرا اور چست لباس پہنایا۔ سر پر ایک لمبی ٹوپی رکھی اس پر پگڑی باندھی اور کہا اب جاؤ اور پڑھو۔ ربیعہ کے پاس جاؤ اور علم سے پہلے ان کا ادب اور طور طریقہ سیکھو۔ امام صاحب فرماتے ہیں ایک دفعہ والد صاحب نے مجھ سے اور میرے بڑے بھائی سے جو امام دین شہاب زہری کے ہم عصر تھے ایک مسئلہ پوچھا۔ بھائی صاحب نے صحیح جواب دیا لیکن میں صحیح جواب دینے سے قاصر رہا۔ والد صاحب نے ایک طنز فرمائی جس نے ہمیز کا کام دیا۔ اس کے بعد میں۔ نے متواتر آٹھ سال ابن ہرمز کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے صرف کئے اس مدت میں کسی دوسرے استاد کے پاس نہیں گیا۔ اب تو میرے شوق کا یہ حال تھا کہ گھر سے جاتے وقت کچھ کھجوریں ساتھ لے جاتا اور استاد صاحب کے بچوں کو اس لئے دیتا کہ اگر کوئی شخص آکر استاد کو بلائے تو کہہ دیا کریں کہ مصروف ہیں۔ اب باہر نہیں آسکتے۔

علم کی راہ میں صعوبتیں یہ صحیح ہے کہ دوسرے آئمہ دین کی طرح امام مالکؒ کو تحصیل علم میں مختلف بلاد اسلامیہ کی طرف سفر و سیاحت کی تکلیفیں برداشت نہیں کرنا پڑیں۔ قدرت نے اعلےٰ سے اعلےٰ تعلیم حاصل کرنے کے مواقع گھر میں ہی فراہم کر دیئے تھے۔ تاہم علم کے راستہ میں جو صعوبتیں پیش آئیں امام صاحب نے ان کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ کمال استقلال کے ساتھ ان پر غالب آئے۔ اور علم و فضل کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ چنانچہ حجاز کی جھلس دینے والی لو اور چلچلاتی دھوپ میں دوپہر کے وقت نافع مولی ابن عمر سے سبق پڑھنے کا وقت مقرر تھا امام صاحب بلا ناغہ گرمی کی یہ شدت برداشت کرتے۔ مگر تحصیل علم میں فرق نہ آنے دیتے۔ موسم سرما میں ابن ہرمز کے ہاں جاتے ہوئے سخت سردی محسوس ہوتی تو اس سے بچنے کے لئے روئی سے بھرا ہوا تکیہ استعمال

کرتے تھے۔ خود فرماتے ہیں میں نے ابن ہرمز سے مسلسل تین سال استفادہ کیا ہے۔

اساتذہ امام مالکؒ نے ابوعثمان ربیعہ اور ابن ہرمز کے علاوہ بہت سے آئمہ حدیث سے علم حاصل کیا ہے امام نوویؒ نے ان کی تعداد نو سو بیان کی ہے۔ ان میں سے تین سو تابعی اور باقی چھ سو تبع تابعی تہذیب الاسماء مشہور ترین اور قابل ذکر یہ ہیں۔ نافع مولی ابن عمر امام ابن شہاب زہری، عبداللہ بن دینار، محمد بن منکدر اور ابوعثمان ربیعۃ الرائی وغیرہ یہ سب تابعی ہیں اس لئے امام صاحب ان کے شاگرد ہونے کی وجہ سے تبع تابعی ہیں۔

اساتذہ کا انتخاب امام صاحب اساتذہ کے انتخاب میں بہت محتاط واقع ہوئے تھے۔ ہر مدعی علم سے استفادہ کرنا مناسب نہیں سمجھتے تھے جب تک کسی استاد کی دیانت، امانت، صداقت، کمال حفظ، خدا ترسی اور متعلقہ علم میں مہارت تامہ کا یقین نہیں ہو جاتا تھا اس سے علم حاصل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں میں نے دو سال حج کے موقعہ پر ایوب سختیانی کو دیکھا مگر اس سے کوئی حدیث نہیں لکھی۔ تیسرے حج میں چاہ زمزم کے پاس انہیں بیٹھے ہوئے پایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے تو اس قدر روتے کہ مجھے ان پر رحم آتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی یہ محبت اور شیفتگی دیکھ کر میں نے ان سے احادیث لکھنا شروع کیں۔ یہ بھی فرمایا۔ میں نے مدینہ طیبہ میں علما کی ایک ایسی جماعت کو پایا جن سے لوگ علم حاصل کرتے تھے۔ مگر میں نے ان سے ایک حرف نہیں پڑھا۔ ان میں سے کچھ تو وہ تھے جو علم میں جھوٹ نہیں بولتے تھے، مگر عام گفتگو میں جھوٹ بولنے کے عادی تھے۔ میں نے ان کو جھوٹ بولنے کی وجہ سے ترک کر دیا۔ کچھ ایسے تھے جو اپنی بیان کردہ احادیث کا معنی نہیں سمجھتے تھے اس لیئے میں نے ان کو تعلیم دینے کے قابل نہیں سمجھا اور کچھ بدعقیدہ تھے۔

ابن ابی اویس کہتے ہیں۔ میرے ماموں جان امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ علم دین ہے اسلئے پہلے اچھی طرح سوچ لو کہ تم دین کس سے سیکھنے لگے ہو۔ میں نے ستر آدمیوں کو دیکھا ہے کہ مسجد نبوی کے ستونوں کے پاس قال رسول اللہ قال رسول اللہ کہہ کر درس حدیث دیا کرتے تھے میں نے ان میں سے کسی سے علم نہیں سیکھا۔ حالانکہ ان میں ہر شخص اتنا دیانت دار تھا کہ اگر بیت المال کا خزانہ اس کے سپرد کیا جائے تو اس کی امانت اور دیانت پر پورا پورا اعتماد کیا جا سکتا تھا مگر میرے نزدیک وہ علم حدیث پڑھانے کے اہل نہیں تھے ہاں جب امام زہری مدینہ میں تشریف لے آئے تو ہم طلبا کا ان کے دروازہ پر اژدحام ہو جاتا تھا امام صاحب

چار آدمیوں سے علم حاصل کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے (۱) بے وقوف (۲) بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتا ہو۔ (۳) جھوٹا آدمی جو عام گفتگو میں جھوٹ بولتا ہو۔ خواہ حدیث میں جھوٹ نہ ہی بولے۔ (۴) ایسا عبادت گذار صوفی جو اپنی بیان کردہ حدیث کا مطلب نہیں سمجھتا۔ (الانتقار فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء لابن عبدالبر ص۱۶)

امام صاحب فرماتے ہیں ایک دفعہ ایک بزرگ ہمارے پاس دن بھر بیٹھے احادیث بیان کرتے رہے مگر ہم نے ان سے ایک حدیث بھی نہیں لی ہم ان پر کوئی تہمت نہیں لگاتے بات صرف یہ ہے کہ وہ حدیث بیان کرنے کے قابل نہیں تھے۔

بشر بن عمر کہتے ہیں میں نے امام صاحب سے کسی آدمی کی ثقاہت کے متعلق دریافت کیا۔ فرمانے لگے تم نے اسے میری کتابوں میں دیکھا ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا بولے اگر وہ ثقہ ہوتا تو میری کتابوں میں موجود ہوتا۔ (الانتقاء)

اساتذہ کے انتخاب میں امام صاحب کی یہی احتیاط ہے جس کی وجہ سے سفیان بن عیینہ ان کے حق میں فرماتے ہیں۔

مارایت احدا اجود اخذ للعلم	یعنی میں نے مالک سے بڑھ کر بہتر اور عمدہ طریق پر علم حاصل
من مالک وما کان اشد انتقائه	کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ علما اور رواۃ کے انتخاب
للرجال والعلماء (الدیباج المذہب ص۲۱)	میں وہ بڑے متشدد تھے۔

اہل عراق سے روایت نہ کرنے کی وجہ | چونکہ اہل عراق شیوخ کے انتخاب میں یہ احتیاط محفوظ نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ ہر قسم کی رطب و یابس جمع کرنے میں اپنا کمال سمجھتے تھے اس لیئے امام مالک نے ان سے روایت کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ابو مصعب جو امام صاحب کے شاگرد اور مشہور محدث ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اہل عراق سے کیوں روایت نہیں کی؟ جواب میں فرمایا کہ میں ان سے روایت کیا کروں؟ میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ یہاں آکر ایسے لوگوں سے حدیث سیکھتے ہیں جن پر وثوق نہیں کیا جا سکتا۔" ابو مصعب کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ وہ اپنے شہر میں بھی ایسے ہی لوگوں سے روایت کرتے ہیں۔ (اسعاف المبطا للسیوطی، حیات امام مالک سید سلیمان ندوی ص۲۶،۲۵)

یہی وجہ ہے کہ اہل حجاز کی حدیث علمار فن میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ اور اہل عراق (خصوصاً اہل کوفہ) کی حدیث بغیر پوری چھان پھٹک کے ناقابل اعتنا سمجھی جاتی۔ مگر آج کل بعض حلقوں کی طرف سے

اس کمی کو درایت کا رنگ دے کر پورا کرنے کی کوشش جاری ہے لیکن اس سے حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا

اساتذہ کا احترام امام صاحب اساتذہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ پڑھتے وقت کوئی ایسی بات نہیں کرتے تھے جو استاد کو ناگوار معلوم ہو، بے جا اور غیر ضروری سوالات سے اجتناب کرتے تھے۔ اگر استاد کی طبیعت میں انقباض محسوس کرتے تو سبق دوسرے دن پر ملتوی کر دیتے تھے، اور اپنے فائدہ پر استاد کی خوشنودی کو بہر حال مقدم سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"میں نافع سے علم حاصل کرنے کے لئے دوپہر کو چلچلاتی دھوپ میں اس وقت جایا کرتا تھا جب کسی درخت وغیرہ کا سایہ میسّر نہیں آتا تھا۔ دروازہ پر پہنچ کر ان کے نکلنے کا انتظار کرتا جب وہ نکلتے تو میں کچھ وقت دور خاموش کھڑا رہتا جیسا کہ میں نے انہیں دیکھا ہی نہیں۔ پھر خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتا اور چپ چاپ ان کے ساتھ چلنے لگتا۔ جب وہ بلاط (صحن مسجد) میں اطمینان سے بیٹھ جاتے تو میں سبق شروع کرتا اور پوچھتا کہ فلاں فلاں مسئلہ میں ابن عمرؓ نے کیا کہا ہے؟ وہ جواب دیتے چونکہ وہ کچھ تیز مزاج تھے اس لئے میں اس خیال سے کہ بوجھ محسوس نہ کریں جلد سبق بند کر دیتا تھا۔ (الدیباج المذہب ص۲۰)

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں میں نے امام مالک کو دیکھا کہ وہ زید بن اسلم سے حضرت عمرؓ کے اللہ تعالےٰ کے رستہ میں گھوڑے پر سوار کرنے کی حدیث کے متعلق سوال کر رہے ہیں۔ بڑی نرمی اور ملاطفت سے پوچھ رہے تھے ایک ہی دفعہ متعدد سوال نہیں کرتے تھے بلکہ ایک بات حل ہو جانے کے بعد دوسری پوچھتے اور ایک سوال کا جواب ملنے کے بعد دوسرا سوال کرتے (الانتقاء لابن عبدالبر)

حفظ و اتقان حافظہ بلا کا پایا تھا۔ آئمہ حدیث نے شاندار الفاظ میں ان کے حفظ و اتقان کی شہادت دی ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں "الامام الحافظ فقیہ الامۃ شیخ الاسلام" امام نووی فرماتے ہیں۔

اجمعت طوائف العلماء علی الاذعان له بالحفظ والتثبت	یعنی اہل علم کی تمام جماعتوں نے بالاتفاق امام صاحب کے حفظ اور تثبت فی الحدیث کو تسلیم کیا ہے۔

ایک دفعہ امام زہری مدینہ منورہ تشریف لائے۔ امام مالک اپنے شیخ ربیعہ کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام زہری نے چالیس سے زیادہ حدیثیں بیان کیں۔ دوسرے دن یہ پھر حاضر ہوئے امام زہری فرمانے لگے "کتاب لاؤ میں آپ لوگوں سے کچھ احادیث بیان کرتا ہوں لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ کل جو میں نے احادیث بیان کی تھیں ان میں سے تمہارے پاس کیا رہا؟ ربیعہ کہنے لگے" یہاں

ایک شخص موجود ہے جو کل کی بیان کردہ تمام احادیث بلا کم و کاست زبانی سنا دے گا" امام زہری نے کہا "وہ کون ہے؟" ربیعہ نے کہا۔ ابن ابی عامر (یعنی امام مالک) امام زہری میری طرف متوجہ ہو کر بولے اچھا بیان کرو۔ میں نے بیان کرنا شروع کیں جب میں چالیس احادیث سنا چکا تو امام زہری متعجب ہو کر فرمانے لگے۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ یہ احادیث میرے سوا کسی اور کو بھی یاد ہوں گی۔ (الانتقاء لابن عبدالبر ص۱۹)

عقل و دانش | امام صاحب بڑے ذہین اور عقلمند تھے۔ تمام علماء نے ان کی عقل و دانش پر اتفاق کیا ہے ان کے شیخ ربیعہ انہیں آتے دیکھ کر کہا کرتے تھے جاء العاقل یعنی دانشمند آدمی آگیا۔

عبدالرحمان بن مہدی فرماتے ہیں۔

ما رأيت محدثا احسن عقلا من مالك

میں نے امام مالک سے بڑھ کر بہتر اور عقلمند کوئی محدث نہیں دیکھا۔

ابوجعفر منصور نے امام صاحب سے حلت اور حرمت کے متعلق چند مسئلے پوچھے آپ کا جواب سن کر بولا۔

انت والله اعقل الناس واعلم الناس

بخدا آپ سب لوگوں سے عقل و علم میں بڑھے ہوئے ہیں (تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۱۹۵)

امام احمد فرماتے ہیں

قال مالك ما جالست سفيها قط وهذا امر لم يسلم منه غيره ولا فى فضائل العلماء اجل من هذا ذكر يوما شيئا فقيل له من حدثك بهذا فقال انا لم نجالس السفهاء (الديباج المذهب ص۲۰)

یعنی امام مالک فرماتے تھے "میں نے کبھی کسی بیوقوف کی ہمنشینی نہیں کی۔" یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے دوسرے لوگ نہیں بچ سکے۔ اور درحقیقت علماء کے فضائل میں اس سے بڑھ کر دوسری کوئی فضیلت نہیں ہے۔ ایک دن انہوں نے کوئی حدیث بیان کی کسی نے سوال کیا کہ آپ نے یہ حدیث کس سے روایت کی ہے؟ بولے "ہم کبھی بے وقوفوں کی مجلس میں نہیں بیٹھے۔"

علم و فضل | اگر امام صاحب کے علم و فضل پر کچھ لکھنا سورج کے وجود پر دلائل و براہین لانے کے مترادف ہے اور محض تحصیل حاصل۔ مگر چونکہ آئمہ فن نے ان کے فضائل و مناقب نہایت دلنشین انداز میں بیان کئے ہیں۔ اور سنت رسول کی نشر و اشاعت میں ان کی کوششوں کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین ادا

کیا ہے۔ اس لیئے ہم بھی ان کے تاثرات کو ناظرین کے مطالعہ میں لانا مناسب سمجھتے ہیں۔

امام صاحب کے علم وفضل پر اس سے بڑھ کر کون سی اعلےٰ اور روشن تر دلیل ہو سکتی ہے۔ کہ وہ باتفاق علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشینگوئی کے مصداق ہیں جو آپ نے ان کی پیدائش سے تقریباً ایک سو سال پہلے فرمائی تھی۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشك ان یضرب الناس اکباد الابل فلا یجدون عالماً اعلم من عالم المدینۃ

ابی ہریرہ سے مروی ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ وقت آنے والا ہے کہ لوگ دور دراز ممالک سے اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں گے مگر مدینہ کے عالم سے بڑا کوئی عالم نہیں پائیں گے۔

ابو موسیٰ اشعری کے الفاظ یہ ہیں۔

یخرج الناس من المشرق والمغرب فلا یجدون عالماً اعلم من عالم المدینۃ

یعنی لوگ مشرق اور مغرب سے علم کی تلاش میں نکلیں گے مگر مدینہ کے عالم سے کوئی بڑا عالم نہیں پائیں گے۔

سفیان بن عیینہ، ابن جریج اور عبدالرزاق وغیرہ کہتے ہیں کہ عالم مدینہ سے مراد امام مالکؒ ہیں۔ ابن عیینہ کہتے ہیں پہلے میرا خیال تھا کہ اس پیشگوئی کا مصداق سعید بن مسیب ہیں پھر میں نے کہا سعید اپنے وقت میں تنہا درسِ حدیث دینے والے نہیں تھے بلکہ سلیمان اور سالم بن عبداللہ وغیرہ کبار اہل علم کے حلقہائے درس بھی موجود تھے۔ اب میری رائے یہ ہے کہ آنحضور کے اس فرمان کے مصداق امام مالکؒ ہی ہیں (الدیباج ص۲۱)

ایک قول میں سفیان بن عیینہ نے عمری زاہد کا نام بھی لیا ہے۔ اور اس پر حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں

لیس العمری ھذا ممن یلحق فی العلم والفقہ بمالك وان کان عابداً شریفاً

یعنی یہ عمری زاہد اگرچہ عبادت گذار اور شریف ہیں لیکن علم و فقہ میں امام مالک کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

(الانتقار لابن عبدالبر)

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

لم یتعلم احد من العمری الزاھد التفسیر والحدیث والفتیا

یعنی امام مالک کی طرح عمری زاہد سے علمِ تفسیر، علمِ حدیث اور فتویٰ نویسی کا فن کسی نے نہیں سیکھا۔

اگر واقعات اور حقائق پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی جو منجملہ آپ کے معجزات کے ایک معجزہ ہے۔ امام مالک پر ہی چسپاں ہوتی ہے۔ کیونکہ امام صاحب کے زمانہ میں مدینہ اور دوسرے بڑے بڑے اسلامی شہروں کے ممتاز صاحب حلقہ ائمہ حدیث انتقال فرما چکے تھے اور ان کے مقابلہ کا دوسرے شہروں میں عموماً اور مدینہ منورہ میں خصوصاً کوئی دوسرا حلقہ موجود نہیں تھا۔ اسلئے علی الاطلاق تمام ممالک کے طلبہ امام مالک کے حلقہ کی طرف رجوع کرنے لگے۔

اب ہم ان آئمہ کا نام پیش کرتے ہیں جو امام صاحب سے پہلے مختلف ممالک میں مرجع خلائق تھے اطراف واکناف عالم کے طلباء ان کے حلقہ ہائے درس سے اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ مگر ان کے انتقال کے بعد علم وعرفان کے وہ شیریں چشمے خشک ہوگئے۔ اس وقت امام مالک کا درس کمال عروج پر تھا اس لئے قدرتی طور پر طلبہ کے قافلوں کا رُخ اس طرف ہوگیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا پیشگوئی آپ کے حق میں ثابت ہوئی۔

(۱) امام اوزاعیؒ ملک شام کے امامِ حدیث اور سب سے بڑے فقیہ امام مالک کی وفات سے بیس سال پہلے انتقال فرما گئے

(۲) امام سفیان ثوریؒ کوفہ وبصرہ کے امام حدیث اور مشہور فقیہ 〃 〃 〃 ۱۸ 〃 〃 〃 〃

(۳) امام شعبہ بن حجاجؒ محدث بصرہ 〃 〃 〃 ۲۹ 〃 〃 〃 〃

(۴) امام ابوحنیفہؒ فقیہ کوفی 〃 〃 〃 ۳۰ 〃 〃 〃 〃

(۵) یحییٰ بن سعید انصاری مدنی 〃 〃 〃 ۳۵ 〃 〃 〃 〃

(۶) امام ابن جریج مکی 〃 〃 〃 ۳۰ 〃 〃 〃 〃

(۷) ہشام بن عروہ مدنی 〃 〃 〃 ۳۰ سے زیادہ 〃 〃

(۸) لیث بن سعد۔ امام مصر 〃 〃 〃 ۱۳ 〃 〃 〃 〃

امام مالک کے مدنی شیوخ جنکے حلقہ ہائے درس بہت وسیع تھے اور انکی وفات کے بعد امام صاحب انکے جانشین ہوئے

(۹) حضرت نافع مولیٰ ابن عمر 〃 〃 〃 ۶۰ سال 〃 〃 〃 〃 〃

(۱۰) ابوعثمان ربیعۃ الرائی فقہ میں امام مالک کے مشہور استاد 〃 ۴۲ 〃 〃 〃 〃 〃

امام مالکؒ اپنے شیوخ اور ہمعصر آئمہ حدیث کی نظر میں

امام مالکؒ فرماتے ہیں جن لوگوں سے میں نے علم سیکھا ہے۔ ان میں کوئی شاذ ونادر ہی ایسا شخص ہوگا جو اپنی وفات سے

پہلے میرے پاس نہ آیا ہو اور مجھ سے فتویٰ نہ پوچھا ہو۔ (ابن خلکان ص۴۳۹ ج۱)

عبدالرحمان بن مہدی سے کسی نے کہا مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کہتے ہیں " امام مالک امام ابوحنیفہ سے زیادہ عالم ہیں" عبدالرحمان بولے " میں صرف یہی نہیں کہتا بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ امام ابوحنیفہ کے استاذ (حماد) سے بھی زیادہ عالم ہیں "

امام شافعی فرماتے ہیں اگر سفیان بن عیینہ اور امام مالک نہ ہوتے تو حجاز سے علم کا خاتمہ ہو جاتا۔

ابن ماجشون کہتے ہیں اللہ تعالےٰ کی قسم! امام مالک مجھ سے حدیث زیادہ جانتے تھے۔

عبدالرحمان بن مہدی کہتے ہیں میں صحیح صحیح حدیث بیان کرنے میں کسی کو امام مالک پر مقدم نہیں سمجھتا

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف مؤکد اور حلفیہ سوالات کے جواب میں امام محمدؒ (شاگرد رشید امام ابوحنیفہؒ) نے تسلیم کیا کہ امام مالک کتاب وسنت، اقوال صحابہ کرام اور فتاوی تابعین عظام کا علم امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ رکھتے تھے اس پر امام شافعیؒ نے فرمایا

لم یبق الا القیاس والقیاس لا یکون الا علے ھذہ الاشیاء فمن لم یعرف الاصول نعلی ای شئی یقیس؟

یعنی یہ اصول قیاس ہیں۔ جو شخص ان کو نہیں جانتا۔ وہ اپنے قیاس کی بنیاد کس چیز پر رکھے گا؟

(تقدمۃ الجرح والتعدیل ص۱۳، تاریخ ابن خلکان ص۴۳۹، الدیباج المذہب)

نتیجہ یہ نکلا کہ فقہی مسائل میں بھی امام مالک امام ابوحنیفہؒ سے بڑھے ہوئے ہیں اور ان کا مسلک زیادہ صحیح اور اقرب الی الکتاب والسنۃ ہے۔

امام ابوحاتم کہتے ہیں " امام مالک ثقہ ہیں، حجاز کے امام ہیں، اور زہری کے جملہ تلامذہ سے زیادہ حافظ ہیں، جب اہل حجاز حدیث بیان کرنے میں امام مالک کی مخالفت کریں تو امام مالک کے قول کو ترجیح ہوگی امام مالک کی سند اور حدیث صاف ستھری ہوتی ہے۔ ان کی حدیث سفیان ثوری اور امام اوزاعی سے زیادہ صاف ہوتی ہے۔ وہ زہری کی حدیث میں سفیان بن عیینہ سے زیادہ قوی ہیں۔ اور اس کی نسبت بہت کم غلطی کرتے ہیں وہ معمر اور ابن ابی ذئب سے بھی زیادہ قوی ہیں۔ (تقدمہ)

امام نسائی فرماتے ہیں " میرے نزدیک تابعین کے بعد امام مالکؒ سے زیادہ سمجھدار اور جلیل القدر کوئی آدمی نہیں ہے۔ وہ بڑے ثقہ قابل اعتماد اور حدیث میں بے حد امانت دار ہیں ضعیف راویوں سے بہت کم روایت کرتے ہیں ہمارے علم میں انہوں نے سوائے عبدالکریم کے کسی متروک سے حدیث بیان نہیں کی۔ (تہذیب التہذیب ص۱۰ ج۹)

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں امام مالک صحیح حدیث بیان کرتے ہیں اور بجز قابل اعتماد ثقہ لوگوں کے کسی سے روایت لینا پسند نہیں فرماتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی وفات کے بعد مدینہ منورہ کی علمی چہل پہل ختم ہو جائے گی۔ (مقدمہ تنویر الحوالک للسیوطی صہ)

شاہانِ وقت کے نزدیک امام صاحب کی قدر و منزلت خلفائے بنی عباس امام صاحب کو بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کو دنیائے اسلام کا سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا مفکر تسلیم کرتے اور آپ کے مسلک کو فقہائے عراق کے مسلک سے زیادہ صحیح اور زیادہ لائق عمل سمجھتے تھے امام صاحب فرماتے ہیں ایک دن ابو جعفر منصور نے مجھ سے کہا "کیا آج روئے زمین پر آپ سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی شخص موجود ہے؟" میں نے کہا "بہت" بولا "ان کے نام بتائیے" میں نے کہا "اس وقت نام تو مجھے یاد نہیں" کہنے لگا "میں نے عہدِ بنو امیہ میں خود علم سیکھا ہے اور سب کچھ جانتا ہوں۔ اہل عراق تو جھوٹے مفتری اور باطل کے خوگر ہیں۔ اہل شام مجاہد ضرور ہیں مگر ان میں کچھ زیادہ علم نہیں ہے۔ ہاں البتہ اہل حجاز میں علم ہے اور آپ حجاز کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ امیر المومنین کی اس رائے کی تکذیب مت کرو اور ایک ایسی کتاب لکھو جس کی پابندی تمام لوگوں پر لازم ہو گی۔ میں امرائے فوج اور عدالت کے ججوں کو حکم دوں گا کہ اس کے مطابق عمل کریں۔ جو اس کو قبول نہ کرے اس کا سر قلم کر دیا جائے یا درے مار مار کر اس کی کھال ادھیڑ دی جائے۔ مگر امام صاحب اس کی اس بات پر رضامند نہ ہوئے۔ (تقدمۃ الجرح والتعدیل صہ۲۹ والدیباج صہ۲۵)

غور فرمائیے! ایک جاہ طلب کے لئے شان و شوکت حاصل کرنے اور دنیا کمانے کا اس سے بڑھ کر کونسا سنہری موقعہ ہاتھ آسکتا ہے۔ کہ سارے عالمِ اسلام کا خلیفہ آپ کو روئے زمین کا سب سے بڑا عالم تسلیم کر رہا ہے اور آپ کے مسلک کو پوری دنیائے اسلام پر بزور شمشیر نافذ کر دینے کے لئے تیار ہے۔ مگر امام صاحب کی بے نفسی راست گوئی اور حق پرستی دیکھئے کہ وہ خلیفہ کی رائے سے اختلاف کرتے اور اس کو مشورہ دیتے ہیں کہ اہلِ عراق کو اپنے مسلک اور اہل مدینہ کو اپنے مذہب کے مطابق عمل کرنے کی آزادی ہونی چاہیئے۔ اس پر منصور کہتا ہے

اما اهل العراق فلست اقبل منهم صرفا ولا عدلا انما العلم علم اهل المدينة فضع للناس العلم	یعنی اہل عراق کی تو فرض و نفل کوئی چیز بھی قابل قبول نہیں ہے۔ یقیناً جسے علم کہنا چاہیئے وہ اہل مدینہ کا علم ہے۔ لہذا آپ علم کو مدون فرمایئے۔ (الدیباج المذہب صہ۲۵)

لیکن اس قدر زور دینے پر بھی امام صاحب نے خلیفہ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا بلکہ سنجیدہ طریقہ اور

اور زوردار دلائل سے خلیفہ کو اپنا ہمخیال بنالیا۔ جس نے آپ کی اصابت رائے کی یہ کہہ کر داد دی کہ "واقعی آپ نے بڑی دور اندیشی کی بات کہی ہے۔" (تقدمہ ص۲۹)

ایک روایت میں ہے منصور نے کہا خدا کی قسم! اگر آپ مجھ سے اتفاق کرتے تو میں اپنے ارادہ کو ضرور عملی جامہ پہنا کر چھوڑتا۔ (الانتقاد لابن عبدالبر ص۴۱)

اسی منصور کے پوتے ہارون رشید نے بھی اپنے عہد حکومت میں امام صاحب کے سامنے ان کی مشہور عالم کتاب مؤطا کو خانہ کعبہ میں آویزاں کرنے اور تمام لوگوں کو اس کی تعمیل پر مجبور کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ مگر امام صاحب نے اس تجویز کو بھی مسترد کر دیا۔ (اور اس طرح اپنے لئے ہر دلعزیزی اور جاہ طلبی کا ایک اور سنہری موقعہ کھو دیا) (حلیۃ الاولیاء بحوالہ حیات مالک سید سلیمان ندوی)

ہارون رشید کے والد خلیفہ مہدی نے بھی امام صاحب سے یہی کہا تھا۔ ضع کتا باً احمل الامۃ علیہ مگر امام صاحب نے اس کی رائے کو بھی ٹھکرا دیا تھا۔ (الدیباج ص۲۵)

اللہ! اللہ! یہ پاک نفس ہستیاں اور حب مال وجاہ۔ ضدان لایجتمعان!

بے نیازی خلفاء کے نزدیک اس قدر عزو جاہ اور قدر ومنزلت کے باوجود امام صاحب ہمیشہ ان سے بے نیاز رہے حصولِ دنیا کی کبھی آرزو نہیں کی۔ اور نہ ان کی شان وشوکت سے کبھی مرعوب ہوئے۔ بارہا خلفا نے طرح طرح کے لالچ دے کر انہیں اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کی کوششیں کیں۔ مگر بجز ناکامی کچھ حاصل نہ ہوا۔

اس سلسلہ میں چند واقعات ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) حسین بن عروہ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ خلیفہ مہدی مدینہ منورہ آیا۔ اور امام صاحب کی خدمت میں تین ہزار دینار بھیجے۔ پھر اس کا وزیر ربیع آیا اور کہنے لگا تیاری کیجئے امیرالمومنین آپ کو اپنے ساتھ بغداد لے جانا چاہتے ہیں۔ امام صاحب بولے خلیفہ کے دینار میرے پاس بعینہٖ موجود پڑے ہیں۔ ان کی مہر تک نہیں کھولی گئی۔ وہ لے جانے ہوں تو بے شک لے جاؤ میں مدینہ چھوڑ کر نہیں جاؤں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

المدینۃ خیر لھم لوکانوا یعلمون — یعنی اگر یہ لوگ علم ودانش سے کام لیں تو مدینہ ان کے لئے بہتر ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۱۹۶)

(۲) ایسی ہی کوشش ایک دفعہ ہارون رشید نے کی تھی۔ امام صاحب نے اس کو بھی وہی جواب دیا جو اس سے پہلے مہدی کو دے چکے تھے (تقدمۃ الجرح والتعدیل صفحہ ۳۰)

(۳) ایک دفعہ ہارون رشید شہزادوں سمیت امام صاحب کے در دولت پر حاضر ہوئے اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں مؤطا پڑھ کر سنائیں۔ امام صاحب فرمانے لگے۔ مدت ہوئی میں نے خود پڑھنا چھوڑ دیا ہے اب طلبا ہی پڑھتے ہیں۔ ہارون بولا اچھا! ان لوگوں کو نکال دیجئے میں آپ کے سامنے قرأت کروں گا۔ امام صاحب نے فرمایا جب خواص کی خاطر عوام کو محروم کر دیا جائے تو خواص بھی فوائد علم سے محروم ہی رہتے ہیں۔ یہ کہا اور معن کو پڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ پڑھنے لگا سبق شروع ہوگیا اور خلیفہ صاحب منہ دیکھتے رہ گئے۔ (تذکرہ)

غور فرمائیے۔ امام مالک جیسے بے غرض، راست کردار اور حق نواز شخص کے سوا کون ایسی جرأت کر سکتا ہے۔ اور اس پیشوائے حق کے علاوہ کس کو ایک جابر اور پرشکوہ خلیفۂ وقت کی خواہشات سے بے اعتنائی کا حوصلہ ہو سکتا ہے۔

خودداری | امام صاحب فرماتے ہیں جب بنو ہاشم اور دوسرے لوگ منصور کے دربار میں جاتے تو اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے مجھے بھی کئی دفعہ اس کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے مگر میں نے کبھی اس کے ہاتھوں کو بوسہ نہیں دیا (تقدمہ)

امام صاحب کے شاہانِ وقت سے تعلقات | امام صاحب بادشاہوں سے ملنا اور ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں ان کے ابو جعفر منصور، مہدی اور ہارون رشید کے درباروں میں جانے اور انہیں وعظ و ارشاد کرنے کے واقعات بکثرت ملتے ہیں۔ ایک دفعہ کسی نے امام صاحب کو بادشاہوں کے دربار میں جانے پر یہ کہہ کر ملامت کی کہ وہ بڑے ظالم اور خونخوار ہیں۔ امام صاحب فرمانے لگے" اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے اس سے بڑھ کر کلمۂ حق کہنے کا اور کونسا موقعہ ہوگا؟ (تقدمۃ الجرح والتعدیل صفحہ ۳۰)

نیز فرمایا کرتے تھے جس شخص کے سینہ میں اللہ تعالیٰ نے علم و فقہ کا کچھ حصہ بھی ودیعت کیا ہے اس پر واجب ہے کہ وہ ہر بادشاہ کے پاس جائے، اسے نیکی کا حکم دے، شر سے روکے اور حق کی جانب اس کی راہنمائی کرے یہی ایک عالم اور جاہل کے درمیان فرق ہے۔ علماء کا دخول بادشاہوں پر وعظ و ارشاد کی غرض سے ہونا چاہیئے اگر علماء میں یہ چیز پیدا ہو جائے تو یہ اتنی بڑی فضیلت ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی فضیلت

نہیں ہوتے۔ (الدیباج المذہب ص۲۷)

مذکورہ بالا مقصد کے لئے ہی امام صاحب بادشاہوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ ذاتی مفاد حاصل کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی یہی وجہ ہے کہ بقول ابو مصعب "کانت السلاطین تہابہ" (تقدمہ ص۲۶) امام صاحب کی ہیبت ان پر چھائی رہتی تھی۔ وہ آپ کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔

عوام کی تکالیف رفع کرنے کے لئے جدوجہد آپ جب کبھی عوام کی تکالیف ان کے سامنے رکھتے تھے تو ان کے رفع کرنے میں مبادرت کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب عباسی خلیفہ مہدی ۱۶۰ھ میں حج کرنے کے لئے حجاز آیا، حج سے فارغ ہو کر عازم مدینہ ہوئے اور شہر کے قریب پہنچا تو شہر کے دوسرے علماء اور شرفا کی طرح امام صاحب بھی اس کے استقبال کے لئے گئے۔ مہدی نے دیکھا تو آگے بڑھ کر سلام کیا اور امام صاحب کو سینہ سے لگا لیا اس سال حجاز میں سخت قحط تھا موقعہ پا کر امام صاحب نے فرمایا امیر المومنین! اس وقت جس شہر میں آپ جا رہے ہیں وہاں مہاجرین اور انصار کی اولاد آباد ہے وہ روضۂ نبوی کے ہمسایہ ہیں۔ مہدی امام صاحب کا مطلب سمجھ گیا اور ۲۵ لاکھ درہم امام صاحب کے پاس بھیج دیئے کہ تقسیم کر دیجئے۔ امام صاحب نے یہ رقم اپنے معتمد تلامذہ کے حوالہ کی کہ حسب حاجت لوگوں میں تقسیم کر دیجائے۔

(کتاب الامامۃ و مناقب مالک للزواوی بحوالہ حیات ... ص۹۱ سید سلیمان ندوی)

مسند تدریس فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت امام نے مسند تدریس کو رونق بخشی اس وقت آپ کی عمر سترہ سال تھی۔ اور اسی وقت لوگ آپ کی امامت کے معترف تھے۔ آپ نے اپنے اساتذہ کی موجودگی میں اپنا حلقۂ درس الگ قائم کیا۔ مصعب زبیری کہتے ہیں امام مالک اپنے شیخ ربیعہ کی مجلس میں حاضر ہو کر تحصیل علم کیا کرتے تھے۔ جب فارغ ہو کر اپنا حلقہ الگ قائم کیا تو ربیعہ کی مجلس میں بیٹھنے والے اکثر لوگ امام مالک کے حلقہ میں شریک ہو گئے۔ ربیعہ کی زندگی میں امام مالک کا حلقہ ربیعہ کے حلقہ کے برابر یا اس سے بھی بڑا ہو گیا تھا (الانتقاء لابن عبد البر ص۳۷)

شعبہ فرماتے ہیں میں نافع کی زندگی میں مدینہ آیا تو دیکھا کہ امام مالک اپنا مستقل حلقہ قائم کئے ہوئے ہیں جو مصعب کے قول کے مطابق نافع کے حلقہ سے بڑا تھا۔ (تقدمہ۔ الدیباج ص۲۱)

اتنی قابلیت اور اعلیٰ استعداد کے باوجود فروتنی اور تواضع دیکھئے کہ جب تک اساتذہ و آئمہ فن نے تدریس و افتاء میں اہلیت کی شہادت نہیں دی پڑھانے اور فتویٰ دینے کا نام نہیں لیا۔ فرماتے ہیں کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب چاہے فتویٰ دینے یا حدیث پڑھانے کے لئے مسجد میں بیٹھ جائے بلکہ اسے پہلے اہل علم و

فضل اور مسجد میں حاضر ہونے والے سنجیدہ لوگوں سے مشورہ لینا چاہیئے اگر وہ اسے اس کا اہل سمجھیں تو درس دانشا کے لیئے بیٹھے۔ جب تک ستر اساتذہ نے میری اہلیت کی شہادت نہیں دی۔ میں نے مسند تدریس پر قدم نہیں رکھا۔ (الدیباج المذہب ص۲۱)

مجلسِ درس کے آداب امام صاحب کی مجلسِ درس بڑی باوقار اور پرہیبت ہوتی تھی۔ آداب کے رعب و جلال کا یہ عالم تھا کہ کسی شور و غل کرنے اور اونچی آواز سے بولنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ جب کسی سوال کا جواب دیتے تو کوئی شخص ثبوت طلب کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ خود نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ کسی ہوشیار شاگرد کو پڑھنے کا حکم دیتے اور خود جگہ جگہ پڑھی ہوئی عبارت کی تشریح و توضیح کرتے جاتے تھے عموماً آپ کا شاگرد رشید حبیب ہی قرأت کیا کرتا تھا۔ بادشاہوں کی طرح ان کے ہاں دربان مقرر تھے۔ دروازہ پر مستفیدین کی بھیڑ ہو جاتی تھی۔ مگر بلا اجازت کوئی اندر نہیں جا سکتا تھا۔ جب لوگ جمع ہو جاتے تو پہلے تلامذہ کو اجازت ملتی۔ پھر عوام داخل ہوتے۔ اس امتیازی سلوک پر کسی نے اعتراض کیا تو امام صاحب بولے میرے تلامذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ ہیں۔ مطرف کہتے ہیں۔ جب دروازہ پر لوگوں کا ہجوم ہو جاتا تو خادمہ آکر پوچھتی۔ شیخ کہتے ہیں آپ لوگ حدیث پڑھنے آئے ہیں یا مسائل پوچھنے کے لیئے۔ اگر وہ کہتے ہم مسائل پوچھنا چاہتے ہیں تو امام صاحب باہر تشریف لاتے اور حسبِ ضرورت ہر ایک کو فتویٰ دیتے۔ اور اگر وہ کہتے کہ ہم حدیث پڑھنے کے لیئے حاضر ہوئے ہیں۔ تو امام صاحب فرماتے تشریف رکھئے میں ابھی آتا ہوں۔ پھر آپ غسل خانہ میں داخل ہوتے، غسل کرتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، اور سر پر لمبی ٹوپی رکھ کر عمامہ باندھتے اتنے میں مجلس میں شاہ نشین بچھائی جاتی تب آپ نہایت وقار، تواضع اور انکساری کے ساتھ تشریف لاتے۔ مجلس میں جا بجا عود اور اگر کی انگیٹھیاں جلائی جاتیں جو درس حدیث ختم ہونے تک برابر سلگتی رہتیں۔

آپ کی مجلس میں کسی کے لیئے جگہ خالی نہیں کرائی جاتی تھی۔ اور نہ کسی کو بلند مقام پر بٹھانے کی ضرورت سمجھی جاتی تھی آنے والا خواہ کوئی ہو۔ جہاں جگہ پاتا وہیں بیٹھتا۔ ہاں درس حدیث میں ہونہار، مستعد اور سمجھدار تلامذہ کو اپنے قریب بیٹھنے کا حکم دیتے تھے۔ (الدیباج ص۲۳)

اتباعِ سنت امام صاحب سنت کے عاشق اور اس پر دل و جان سے فدا تھے۔ بدعات اور محدثات سے سخت نفرت تھی اکثر یہ شعر وردِ زبان رہتا۔

خیر امور الدین ما کان سنۃ وشر الامور المحدثات البدائع

دین کے بہترین کام وہ ہیں جو سنت سے ثابت ہیں بدترین وہ ہیں جو بعد میں پیدا کر لئے گئے ہیں اور شرع میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔

امام احمد فرماتے ہیں۔ امام مالک سفیان سے زیادہ سنت کے پابند تھے۔ اگر کسی کو امام مالک سے بغض اور دشمنی کرتے دیکھو تو سمجھ لو وہ بدعتی ہے۔ عبدالرحمان بن مہدی کہتے ہیں۔ جب کسی حجازی کو امام مالک سے محبت کرتے دیکھو اور اسے سنت کا شیدائی سمجھو۔ (تقدمہ ص۲۵)

حدیث سن کر اپنے مسلک سے رجوع امام صاحب کوئی فتوےٰ دیتے مگر بعد میں معلوم ہوتا کہ وہ سنت کے خلاف ہے تو فوراً اس سے رجوع کرتے اور سنتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنا معمول بناتے۔ احمد بن عبدالرحمان کے چچا کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے امام صاحب سے وضو کرتے وقت پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنے کے متعلق مسئلہ پوچھا۔ فرمایا خلال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت تو میں خاموش ہو رہا۔ جب ازدحام کم ہوا تو میں نے کہا اس مسئلہ میں ہمارے پاس حدیث موجود ہے۔ فرمانے لگے کونسی حدیث ہے میں نے کہا مستورد بن شداد کہتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھنگلیا کے ساتھ پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرتے دیکھا ہے بولے میں نے آج تک یہ حدیث نہیں سنی، بعد میں جب ان سے یہ مسئلہ پوچھا جاتا تو انگلیوں میں خلال کا حکم دیا کرتے تھے۔ (تقدمہ ص۳۱)

فتویٰ دینے میں احتیاط امام صاحب کو جب کسی مسئلہ میں تردد ہوتا تو فتوے دینے سے انکار کر دیتے تھے۔ بلا تحقیق الٹا سیدھا جواب دیکر سائل کو غلط راہ پر ڈالنا سخت ناپسند تھا۔ عبدالرحمان بن مہدی فرماتے ہیں ایک دن ہم امام صاحب کی مجلس میں بیٹھے تھے ایک شخص آکر کہنے لگا اے ابو عبداللہ! مجھے گھر سے چلے ہوئے چھ مہینے ہو گئے۔ مجھے میری قوم نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے بھیجا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا پوچھئے۔ اس نے چند مسائل پوچھے۔ امام صاحب بولے "میں ان مسائل کا صحیح جواب نہیں دے سکتا وہ شخص بڑا مایوس ہوا۔ وہ سمجھتا تھا کہ میں ایک ہمہ دان شخص کے پاس آیا ہوں۔ لیکن امام صاحب کا جواب سن کر بڑا گھبرایا اور کہنے لگا "میں اپنے ملک میں جاکر اپنی قوم کو کیا جواب دوں گا؟ امام صاحب نے فرمایا جاکر کہہ دینا کہ مالک کہتا ہے میں ان چیزوں کا صحیح جواب نہیں دے سکتا (تقدمہ ص۱۸۔ تہذیب الاسماء والصفات ص۷۶)

بحث وجدال سے نفرت امام صاحب کو بحث و مناظرہ اور جھگڑا و فساد سے سخت نفرت تھی فرمایا کرتے تھے

المراء والجدال فی العلم یذھب بنور العلم من قلب العبد ۔ یعنی جھگڑے اور کج بحثی سے نور علم بجھ جاتا ہے ۔

کسی نے پوچھا سنت کی مدافعت میں جھگڑا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمانے لگے نہیں! سنت بیان کردو اگر قبول کر لی جاتے تو بہتر ورنہ خاموش ہو جاؤ۔ ان کا اپنا معمول یہ تھا کہ اگر کوئی بدعتی ان سے جھگڑا کرنے کی کوشش کرتا تو فرماتے میں اپنے مسلک پر مطمئن ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حجت پر مجھے شرح صدر حاصل ہے۔ تمہیں شک ہے کسی اپنے جیسے شکی کے پاس جاؤ اور اس سے جھگڑا کرو۔ (الدیباج ص۲۴)

معن بن عیسیٰ کہتے ہیں ایک دن امام صاحب میرے کندھے کا سہارا لیئے ہوئے مسجد سے نکلے راستہ میں مرجیہ فرقہ کا ایک شخص ملا کہنے لگا اے ابو عبداللہ ذرا ٹھیر یئے میں اپنے مسلک کے کسی مسئلہ میں آپ سے بحث کرنا چاہتا ہوں۔ امام صاحب بولے اگر تم مجھ پر غالب آ گئے تو پھر کیا ہوگا؟ بولا۔ آپ میرے پیچھے لگ جائیں۔ امام صاحب نے فرمایا اور اگر میں غالب آگیا تو؟ وہ بولا پھر میں آپ کے پیچھے لگ جاؤں گا۔ امام صاحب نے کہا اگر کوئی تیسرا شخص ہم دونو پر غالب آجائے تو پھر؟ کہنے لگا پھر ہم اس کی بات مان لیں گے۔ امام صاحب بولے اللہ تعالیٰ نے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دین دے کر بھیجا ہے۔ اور تم اسے بار بار بدلنے کے لئے تیار رہو۔ یہ کہا اور آگے چل دیئے۔ (الانتقاد لابن عبدالبر ص۳۳)

یہی معن کہتے ہیں ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید حج کو جاتے ہوئے مدینہ منورہ آیا۔ قاضی ابو یوسف بھی اس کے ساتھ تھے۔ امام صاحب خلیفہ کی ملاقات کے لئے آئے۔ ہارون بڑی تعظیم سے پیش آیا۔ اور امام صاحب کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ جب امام صاحب اطمینان سے بیٹھ گئے تو ابو یوسف نے آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب نے جواب نہ دیا۔ ابو یوسف نے دوبارہ پوچھا۔ آپ پھر بھی خاموش رہے۔ اس پر ہارون نے کہا۔ اے ابو عبداللہ! یہ ہمارے قاضی ابو یوسف ہیں جو آپ سے مسئلہ دریافت کر رہے ہیں۔ تب امام صاحب ابو یوسف کی طرف متوجہ ہو کر بولے "اجی حضرت!

اذا رایتنی جلست لاھل الباطل فتعال اجیبک معھم (تذکرۃ الحفاظ للذہبی) ۔ جب مجھے اہل باطل کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے بیٹھا دیکھو تو وہاں آجانا تمہیں بھی ان کے ساتھ جواب دونگا"

امام مالک سے اہل کوفہ کا شغف امام شافعی فرماتے ہیں۔

کان محمد بن الحسن یقول سمعت من مالك سبع مائة حديث ونيفا الى الثمان مائة لفظا وكان اقام عنده ثلاث سنين او شبيها بثلاث سنين وكان اذا وعد الناس ان يحدثهم عن مالك امتلاء الموضع الذى هو فيه وكثر الناس عليه واذا حدث عن غير مالك لم ياته الا النفير فقال لهم لو اراد احد ان يعيبكم باكثر مما تفعلون ماقدر عليه، اذا حدثكم عن اصحابكم فانما ياتين النفير اعرف فيكم الكراهة واذا حدثكم عن مالك امتلاء على الموضع

(تقدمۃ الجرح والتعدیل ص۱۲)

امام محمد تقریباً تین سال آپ کے پاس تحصیل علم میں مصروف رہے۔ کہا کرتے تھے میں نے امام مالک سے آٹھ سو تک احادیث سنی ہیں کوفہ میں آکر جب آپ لوگوں سے امام مالک کا مسلک بیان کرنے کا وعدہ کرتے تو اس کثرت سے لوگ درس میں شریک ہوتے کہ مجلس درس میں تل دھرنے کی جگہ باقی نہ رہتی۔ اور اگر وہ اپنے مشائخ کوفہ کے مسلک پر درس دینے کے لئے کہتے تو سوائے معدودے چند اشخاص کے درس میں آنے کا کوئی قصد نہ کرتا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر امام محمد نے کہا۔ اے اہل کوفہ اگر کوئی دوسرا شخص تمہارے مسلک کے عیوب بیان کرے تو وہ اس سے اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جتنا کہ خود تم اسے اپنے طرزِ عمل سے پہنچا رہے ہو۔ یہ کیا غضب ہے! کہ جب میں تمہیں تمہارے مشائخ کے مسلک کا درس دینے کے لئے کہتا ہوں تو سوائے چند آدمیوں کے مجلس درس میں کوئی آنے کا نام نہیں لیتا۔ اور جو آتے ہیں وہ بھی نہایت بددلی اور کور ذوقی کا ثبوت دیتے ہیں۔ اور جب میں امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک کا درس دیتا ہوں۔ تو اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ حلقۂ درس میں ایک آدمی کی بھی گنجائش نہیں رہتی۔

امام ابوحنیفہ کی عقیدت یہ تو عوام کا حال تھا۔ خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام مالک سے بہت عقیدت تھی۔ اور ان کو باقی ائمہ پر ترجیح دیتے تھے۔ ابراہیم بن طہمان کہتے ہیں۔ میں مدینہ منورہ آیا۔ اور وہاں کے علماء سے سرمایہ علم جمع کیا۔ پھر میں کوفہ گیا اور امام ابوحنیفہ سے ان کے گھر جاکر ملاقات کی اور سلام عرض کیا۔ فرمانے لگے آپ نے مدینہ میں کن کن لوگوں سے علم لکھا۔"

میں نے اساتذہ کے نام بتائے۔ فرمایا امام مالک سے بھی کچھ لکھا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ کہنے لگے "جو کچھ امام مالک سے لکھ کر لائے ہو وہ میرے پاس لے آؤ" چنانچہ میں اپنی کتابیں ان کے پاس لے آیا۔ انہوں نے قلم دوات منگوائی اور امام مالک کی جملہ احادیث تحریر کیں۔ (تقدمہ صہ ۳)

مذکورہ بالا شواہد سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام مالک کا مسلک اپنی صحت اور اقرب الی کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ہونے کی وجہ سے اہل کوفہ تک کے لئے باعث کشش رہا ہے یقیناً یہ امام مالک رح کا ہی اثر ہے کہ ان سے علم حدیث پڑھ کر امام ابو یوسف رح اور امام محمد نے اپنے مسلک کے دو تہائی مسائل چھوڑ دیئے اور سنتِ رسول اللہ کے مطابق عمل کرنے کا فتوےٰ دیا۔

ابتلاؤ امتحان | اموی حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد عنانِ حکومت خاندان عباسیہ کے ہاتھ آگئی۔ اس کے پہلے خلیفہ ابو العباس سفاح نے اموی افراد کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتارا۔ اور انہیں اس قدر پامال کیا کہ آئندہ ان کی طرف سے حصولِ اقتدار کی ادنےٰ سے ادنےٰ کوشش کا خطرہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ٹل گیا۔ اس کے بعد دوسرے خلیفہ منصور کو علویوں کی طرف سے پریشانی لاحق ہوئی۔ اس نے یہ سوچ کر کہ مبادا وہ آگے چل کر کسی وقت اس کے یا اس کے جانشینوں کے لئے خطرہ بن جائیں۔ انہیں دبانا شروع کیا اور انہیں طرح طرح کے ظلم وستم کا تختۂ مشق بنایا۔ اس کے اس جابرانہ رویہ سے تنگ آ کر محمد بن عبد اللہ المعروف بہ نفس زکیہ نے ۱۴۵ھ میں اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ لوگوں نے اس کا ساتھ دیا۔ مگر شکست کھائی۔ بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس کے بعد اس کے بھائی ابراہیم نے اس تحریک کی قیادت کی لیکن وہ بھی ناکام رہا۔

اس تحریک میں امام مالک کی ہمدردیاں نفسِ زکیہ کے ساتھ تھیں۔ اور بعض روایات کے مطابق لوگوں کو اس کی بیعت کی ترغیب دی۔ جب انہوں نے منصور کی بیعت کا عذر کیا تو امام صاحب نے فرمایا "وہ بجبر واکراہ لی گئی ہے۔ اس لئے اس کا ایفا لازم نہیں۔" اس پر منصور نے حدیث لیس علی مستکرہ طلاق (یعنی جبری طلاق واقع نہیں ہوتی) کے بیان کرنے سے روک دیا۔ کیونکہ اس کا بیان کرنا مفاد حکومت کے سراسر خلاف تھا۔ اور گورنر مدینہ جعفر بن سلیمان نے جو خلیفہ کا عمزاد بھائی تھا امام صاحب کو اس حدیث کی نشر واشاعت سے سختی کے ساتھ منع کیا۔ مگر امام صاحب اظہارِ حق سے کس طرح باز رہ سکتے تھے؟ وہ برابر اس کی منادی کرتے رہے یہ دیکھ کر جعفر سخت برہم ہوا۔ اور اس نے

امام صاحب کی اسقدر زور سے کس کر مشکیں باندھیں کہ ان کے دونوں بازو کندھوں سے اکھڑ گئے۔ پھر شتر درے لگا کر تشہیر کے لئے تمام شہر میں پھرایا امام صاحب فرماتے تھے "جو مجھے جانتا وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ میں مالک بن انس ہوں فتوے دیتا ہوں کہ جبری طلاق واقع نہیں ہوتی" (الدیباج صہ۲۱ حیات مالک سید سلیمان ندوی صہ۵۷۔ الانتقاء ابن عبدالبر صہ۴۴)

یہ واقعہ ۱۴۶ھ کا ہے۔ اس ظلم و ستم اور ہتک آمیز سلوک سے امام صاحب کی عزت میں کوئی فرق نہ آیا۔ بلکہ آپ کی شہرت کو چار چاند لگ گئے آپ کا احترام لوگوں کے دلوں میں بڑھ گیا جیسے یہ کوڑے کوڑے نہیں تھے بلکہ زیور تھے جو آپ کی شان میں بیش از بیش اضافہ کا باعث ہوئے۔

اُدھر وہ حال تھا ادھر یہ حال ہے کہ

حلم وعفو | جب کوڑے برس رہے تھے آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔

اللھم اغفر لھم فانھم لا یعلمون　　(خدایا انہیں معاف کردے یہ حقیقت حال سے ناواقف ہیں)

جسم مبارک پر اس شدت سے کوڑے برسائے گئے کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آنے پر لوگوں کا ہجوم دیکھ کر فرمانے لگے۔

اشھدکم انی قد جعلت ضاربی فی حل　　(گواہ رہو۔ میں نے سزا دینے والے کو معاف کر دیا ہے)

بعد میں جب منصور نے اس ہتک آمیز سلوک پر اپنی لاعلمی اور نفرت کا اظہار کیا اور امام صاحب کو جعفر بن سلیمان سے قصاص لینے کا حکم دیا تو آپ نے فرمایا۔

اعوذ باللہ ! واللہ ما ارتفع منھا سوط من جسمی الا وانا قد اجعلہ فی حل من ذالک الوقت لقرابتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم　　(خدا کی پناہ ! اللہ کی قسم !! اپنے جسم پر ہر کوڑہ گننے کے بعد میں اسی وقت اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے اسے معاف کر دیتا تھا۔ (الدیباج صہ۲۴)

عبادت | امام صاحب بڑے عبادت گذار اور شب زندہ دار تھے جب فرصت ملتی یاد خدا اور تلاوت قرآن حکیم میں مصروف ہو جاتے ایک دفعہ آپ کی ہمشیرہ سے کسی نے پوچھا "گھر میں امام صاحب

کا شغل کیا ہوتا ہے؟ فرمانے لگیں "المصحف والتلاوۃ" یعنی قرآن کریم اور اس کی تلاوت۔ (تقدمہ ۳۱)

فیاضی امام صاحب نے جہاں علم و عرفان کے دریا بہائے اور ہر کس و ناکس کے سینہ کو معرفتِ حق سے معمور کیا وہاں آپ زر و دولت کے لٹانے میں بھی بڑے فیاض تھے۔ ایک دفعہ آپ امام شافعیؒ کے ساتھ گھوڑوں کے اصطبل کا معائنہ کر رہے تھے۔ امام شافعیؒ نے بعض گھوڑوں کی تعریف کی۔ امام صاحب نے تمام اصطبل ان کی نذر کر دیا۔ ہر سال امام شافعی کو گیارہ ہزار دینار مرحمت فرمایا کرتے (توالی التاسیس بحوالہ حیات مالک ص۳۳)

خزائنِ علم تقسیم کرنے کا اشارہ خلف بن عمر کہتے ہیں۔ میں ایک دفعہ امام مالک کی مجلس میں شریک تھا مدینہ منورہ کے مشہور قاری ابن کثیر آئے۔ اور امام صاحب کو ایک رقعہ دیا جسے آپ نے پڑھ کر مصلا کے نیچے رکھ دیا۔ اختتامِ مجلس پر جب لوگ جانے لگے تو میں بھی جانے کے لیئے اٹھا امام صاحب نے کہا "خلف! ذرا ٹھہرو" پھر وہ رقعہ مجھے دیا اس میں تحریر تھا "میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ آپ کے چاروں طرف لوگ بیٹھے ہیں جو کہہ رہے ہیں یا رسول اللہ ہمیں کچھ عنایت کیجئے۔ ہمارے لیئے حکم فرمایئے آپ نے جواب دیا۔ میں نے منبر کے نیچے بہت بڑا خزانہ دفن کیا ہے۔ اور مالک کو اسے تمہارے درمیان تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ واپس آئے اور ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کیا خیال ہے مالک کیا طریقہ اختیار کرے گا؟ دوسرے جواب دیتے تھے امام مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی ضرور تعمیل کریں گے"

میں نے دیکھا امام صاحب پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ زار زار رونے لگے۔ میں انہیں اسی حالت میں روتا ہوا چھوڑ کر باہر چلا آیا (تہذیب الاسماء ج۲)

تلامذہ یہ عالمِ مدینہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیت ہے کہ ان کے تلامذہ کی فہرست عالمِ اسلام کے مایہ ناز مختلف النوع چوٹی کے افراد پر مشتمل ہے انہیں خلفاء، امراء، ائمہ محدثین، ائمہ مجتہدین، فقہاء، صوفیا، ادباء، شعراء، مورخین اور مفسرین سبھی قسم کے لوگ موجود ہیں اور ان میں سے ہر شخص اپنے اپنے وقت اور اپنے اپنے ماحول میں آفتاب نصف النہار بن کر چمکا ہے۔ امام صاحب کے بغیر کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جا سکتی جس کے حلقۂ درس سے اتنے مختلف طبقات کے اعلیٰ درجہ کے انسان مستفید ہوئے ہوں۔

مندرجہ ذیل اصحاب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

خلیفہ مہدی، ہادی، ہارون رشید اور مامون رشید جیسے باجبروت خلفاء، یحییٰ بن سعید قطان، یحییٰ بن بکیر، یحییٰ بن یحییٰ المصمودی ناسخ مؤطا۔ وکیع بن جراح، سلیمان اعمش، لیث بن سعد، عبدالرحمان بن مہدی اور ابن جریج وغیرہ کبار محدثین، امام ابوحنیفہ کوفیؒ، امام شافعیؒ، امام ابو یوسف، اور امام ابن قاسم وغیرہ مجتہدین عظام، حسن بن زیاد، عبداللہ بن وہب، ابراہیم بن ادھم، بشر حافی صوفیائے کرام۔ ابوالعتاہیہ دعبل شاعر، امام لغت وادب اصمعی، موسیٰ بن عقبہ صاحب المغازی، محمد بن عمر واقدی جیسے مؤرخین، اور مقاتل بن سلیمان وغیرہ مفسرین۔ یہ بھی امام صاحب کی تربیت ہے کہ ان کے نامور شیوخ جن کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے ان کے تلامذہ کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ مثلاً امام ابن شہاب زہری، یحییٰ بن سعید انصاری، جعفر صادق اور عبداللہ بن دینار وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اولاد امام صاحب کے تین لڑکے یحییٰ، محمد، حماد تھے، اور ایک لڑکی جس کا نام فاطمہ تھا۔ بعض اقوال میں ام البنین لکھا ہے۔ زبیری کہتے ہیں امام صاحب کی ایک لڑکی مؤطا کی حافظہ تھیں۔ جب مؤطا کا سبق شروع ہوتا تو وہ دروازہ کی اوٹ میں کھڑی ہو جاتیں۔ قاری کی غلطی پر دروازہ کھٹکھٹاتیں۔ امام صاحب متنبہ ہو جاتے اور قاری کی غلطی کی اصلاح فرماتے

یحییٰ امام صاحب سے مؤطا کا ایک نسخہ روایت کرتے ہیں، جو بلادِ یمن میں رائج تھا۔ امام صاحب کے دوسرے صاحبزادے محمد مصر چلے آئے تھے۔ حارث بن مسکین ان سے روایت کرتے ہیں۔ محمد کے بیٹے احمد کا اپنے جد امجد امام مالک سے سماع ثابت ہے۔ حماد کی تعلیمی کیفیت معلوم نہیں ہو سکی۔

تصانیف امام صاحب نے تعلیم و تدریس کے ذریعہ مسلسل ۶۰ سال تک ملتِ اسلامیہ کی ایسی شاندار خدمت سرانجام دی کہ آپ کے نورِ علم سے عالم اسلام کا چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ جگمگا اٹھا آپ کے فیض یافتہ ہر ہر بستی اور ہر ہر شہر میں پہنچ گئے اور جگہ جگہ قال اللہ و قال الرسول کا غلغلہ بلند ہوا۔ لکھوکھا بندگانِ خدا نے کتاب و سنت کی تعلیم سے اپنے قلب و روح کو تازگی بخشی۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ آپ

لے تذکرۃ الحفاظ ص۱۹۵ ج۱ میں اشہب بن عبدالعزیز سے مروی ہے رایت ابا حنیفۃ بین یدی مالک کالصبی بین یدی ابیہ اھ حافظ ابن عبدالبر نے الانتقا اور سید سلیمان صاحبؒ نے حیاتِ مالک میں بھی اس کا ذکر فرمایا ہے

کا یہ فیض عام تعلیم و تدریس تک ہی محدود رہا بلکہ آپ اپنے پیچھے نہایت بیش قیمت اور جلیل القدر متعدد تصانیف بھی بطور یادگار چھوڑ گئے ہیں۔ ان میں سے ہر کتاب آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ مختصر فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) مؤطا۔ یہ امام صاحب کی وہ مشہور عالم اور مایہ ناز تصنیف ہے جس کے تہذیب و تنقیح میں چالیس سال صرف ہوئے۔ اور آپ نے تقریباً ہر سال اپنے تلامذہ کو اس کا درس دیا۔ تقریب قریب تمام تلامذہ آپ سے اس کی روایت کرتے ہیں۔ مگر مؤطا کا عام مروج نسخہ آپ کے سب سے آخری شاگرد امام یحیٰی بن یحیٰی مصمودی اندلسی کا روایت کردہ ہے۔ جتنی محنت آپ نے اس کتاب پر کی دوسری کسی کتاب پر نہیں کی۔ صفوان بن عمر کہتے ہیں ہم نے امام صاحب کو مؤطا چالیس دن میں سنا دیا۔ فرمانے لگے "میں نے یہ کتاب چالیس سال میں تالیف کی ہے اور تم نے اسے چالیس دن میں پڑھ لیا ہے۔ تم نے اسے بہت کم سمجھنے کی کوشش کی ہے" بہت سے اہل علم اسے صحیحین کے پایہ کی کتاب سمجھتے ہیں۔

(۲) رسالہ الی الرشید۔ اس میں امام صاحب نے خلیفہ ہارون رشید کو وعظ و نصیحت کی ہے۔

(۳) رسالہ فی القدر والرد علی القدریہ۔ مسئلہ تقدیر میں بہترین کتاب ہے جو آپ کے معلومات پر دلالت کرتی ہے۔

(۴) کتاب فی النجوم و منازل القمر۔ علم نجوم میں بڑی مفید کتاب ہے جسے بعد کے لوگوں نے بطور ماخذ استعمال کیا ہے۔

(۵) کتاب الاقضیہ۔ بعض قاضیوں کے لئے۔ دس جلدوں میں تصنیف کی۔

(۶) کتاب فی التفسیر لغریب القرآن۔ قرآن حکیم کے مشکل الفاظ کے حل میں تحریر فرمائی ہے۔

(۷) رسالہ الی ابی غسان محمد بن مطرف۔ فتاویٰ کی مشہور کتاب ہے۔

(۸) المدونۃ الکبریٰ۔ یہ امام صاحب کی اپنی تصنیف نہیں بلکہ آپ کے ملفوظات فقیہہ ہیں جنہیں آپ کے شاگرد رشید عبد الرحمان بن قاسم نے مدون کیا تھا۔

(۹) مسائل مالک خطیب بغدادی ابو العباس سراج نیشاپوری سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پاس رکھی ہوئی چند کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ امام مالک کے ستر ہزار مسائل کا مجموعہ ہے"

(نوٹ) یہ فہرست الدیباج المذہب لابن فرحون سے لی گئی ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی ؒ نے حیات مالک میں چند

اور کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ من شاء الاطلاع فلیرجع الیہ۔

وفات امام صاحب اتوار کے دن بیمار ہوئے۔ تین ہفتہ تک مرض کی شدت میں کوئی تخفیف نہ ہوئی بالآخر ۸۶ سال کی عمر میں اتوار کے روز ۱۱ ربیع الاول ۱۷۹ھ کو عالم اسلام کا یہ نیر اعظم مدینہ منورہ میں ہارون رشید کے عہد حکومت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ آخری کلمہ للہ الامر من قبل و من بعد زبان سے نکلا۔ اور طائر روح قفس عنصری سے عالم بالا کی طرف پرواز کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

عمر بن یحییٰ کہتے ہیں جس روز امام صاحب کا انتقال ہوا میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے

لقد اصبح الاسلام زعزع رکنہ　　　غداۃ ثوی الھادی لدی ملحد القبر

جس روز پیشوا اور ہادی (امام مالک) نے قبر میں آرام فرمایا اسلام کی بنیادیں ہل گئیں۔

امام الھدی مازال للعلم صائنا　　　علیہ سلام اللہ فی آخر الدھر

وہ ہدایت کا امام زندگی بھر علم دین کی حفاظت کرتا رہا۔ قیامت تک اس کی قبر پر اللہ کی رحمت کا نزول ہو

میں نے اسی وقت چراغ روشن کیا اور یہ دونوں شعر لکھ لئے۔ اور صبح کو امام صاحب کی وفات حسرت آیات کی روح فرسا خبر سنی۔

تجہیز و تکفین امام صاحب کو ابن کنانہ اور ابن ابی الزبیر نے غسل دیا۔ آپ کے صاحبزادے یحییٰ اور آپ کے کاتب حبیب نے پانی ڈالا۔ فراغت کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو سفید کفن دیا گیا۔ گورنر مدینہ عبد العزیز بن محمد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر جنۃ البقیع میں آپ کے جسد مبارک کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ تغمدہ اللہ برحمتہ۔